اسلام کا تصورِ تقنین وتشریع

مقبول حسن ☆

Abstract

Islamic Concept of Legislation and *Tashree'*

ALLAH Almighty is the absolute authority in legislation. His principle commandments exist in every walk of human life. The Islamic sharia is quiet in some of the areas of human life. Here it seems that the Shar'e / Law giver wants human beings to deploy their wisdom and intellect to chart out the laws and legislations compliance to the times and compatible to the basic principles of Islam. The main motive behind bringing this paper into the light is to advocate the idea said above while mentioning the concept and intellectual process of *Ijtehad* and *Ijma*, as sources of methodology and basis for Islamic Legislation. It gives an insight into the Islamic terms; *Fiqh* , *Hukm*, *Tashree* and *Taqneen*. This paper is not only limited to the basics of Islamic Legislation but it also deals with the basic aims and objectives of Islamic Legislation *[Tashree]*. This paper concludes with providing the readers that Islamic Sharia / law aims to regulate, control, reform and emancipate human beings

☆ ریسرچ اسکالر، کلیۂ معارفِ اسلامیہ، جامعہ کراچی، پاکستان۔

not only here but finally in the hereafter too. Islamic Sharia is based on the combination of intellect and the divine injunctions[*Aql and Naql (Wahi)*] and it is the ultimate reality for the successful life of human beings and their final emancipation in hereafter.

Key words: *Islamic Legislation - Ijtehad - Ijma - Fiqh - Tashree - Taqneen - .*

انسان منظم، منضبط اور کامیاب زندگی گزارنے اور دنیا و آخرت میں سرخروئی اور فوز و فلاح کے حاصل کرنے کے لیے قوانین کا محتاج ہے اور یہی چیز اس کے شرف و فضیلت کا باعث بھی۔ شارع نے انسانی زندگی کے نظم و انضباط اور فلاح کے لیے اصولی و بنیادی قوانین یعنی بالفاظِ دیگر ''آئین'' فراہم کردیا ہے۔ تاہم انسانی زندگی کے کئی مسائل کے بارے میں متعین و مفصل احکام نہیں دیے اور ان کے بارے میں شریعتِ اسلامیہ نے سکوت اختیار کیا ہے۔ اور انھیں انسانوں کے لیے چھوڑا ہے کہ وہ اپنے عقل و شعور کا استعمال کرتے ہوئے حسبِ ضرورت ان مسائل کا حل اور مطلوبہ قواعد و کلیات وضع کرتے رہیں یعنی تفصیلی قانون حسبِ ضرورت اس بنیادی ''آئین'' کی روشنی میں بناتے رہیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اسلامی شریعت انسان کو خود اپنی عقل و فہم اور رائے سے بھی کام لینے اور معاملات کا فیصلہ کرنے کا حق و اختیار دے رہی ہے۔ اور اس کی آزادی رائے و اختیارِ شخصی اور اپنی دی ہوئی نعمتِ ''عقل'' کے استعمال کو ایک دائرے میں تسلیم کرتی ہے اور اسے مجبورِ محض بنا کے نہیں رکھ رہی۔ اس لیے ایسے معاملات میں، اسلام کی روح اور اس کے اصولوں سے مطابقت رکھتے ہوئے وہ قانون سازی کرسکتا ہے تاکہ حاکمیتِ شرع ان معاملات میں بھی رواں دواں رہ سکے۔ اسی طرح کئی پیش آمدہ نئے مسائل سے ملتے جلتے معاملات کا حکم اگر شریعت میں موجود ہو تو ان پر نئے مسائل کو ''قیاس'' کرکے ان ہی کی بنیاد پر استنباطِ حکم یا قانون سازی کی جائے۔ مزید یہ کہ اگر امت کے فقہاء کسی ایسے امر یا پیش آمدہ نئے امور پر اپنے انفرادی قیاس و استنباطِ حکم کے عمل سے کسی ایک رائے پر اتفاق کرلیتے ہیں تو یہ ''اجماع'' کہلائے گا۔ یہ ''قیاس و اجماع'' شریعتِ اسلامیہ کے متفقہ اصول ہیں اور ان کا دوسرا نام ''اجتہاد'' ہے۔ دراصل یہ عین اطاعتِ شریعت ہی کا ایک راستہ ہے اور اسلام کے بنیادی ''آئین'' قرآن و سنت کی بنیاد پر عملی زندگی کے لیے ''اسلامی قانون سازی'' کا دوسرا نام ہے۔

اجتہاد:

اجتہاد کی تعریف میں اُمت کے علمائے قدیم و جدید کی آرا میں سے کچھ حسبِ ذیل ہیں۔

امام شافعیؒ نے اجتہاد کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

قال فما القياس اهو الاجتهاد ام هما متفرقان. قلت هما اسمان بمعنى واحد، قال فما جماعها قلت كل ما نزل بمسلم ففيه حكم لازم، او على سبيل الحق فيه دلالته موجودة وعليه

اذا کان فیہ بعینہ حکم: اتباعہ، و اذا لم یکن فیہ بعینہ طلب الدلالۃ علی سبیل الحق فیہ بالاجتہاد و الاجتہاد القیاس . ۱

[(پوچھنے والے نے) کہا: قیاس کیا ہے؟ کیا وہ اجتہاد ہے یا دونوں میں فرق ہے؟ میں نے کہا: وہ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں، تو (اس نے) کہا: یہ دونوں کیسے جمع ہو سکتے ہیں؟ میں نے کہا: ہر صاحبِ فراست مسلمان کے لیے اللہ کی طرف سے جو کچھ بھی نازل ہوا، تو وہ لازم حکم ہے یا اس میں حق بات کی رہنمائی موجود ہے۔ اور مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ جب اسے وحی میں بعینہٖ کوئی حکم مل جائے تو اس کی پیروی کرے اور اگر وحی میں بعینہٖ کوئی حکم نہ ملے تو اچھی طرح وحی میں اجتہاد کرے اور (اس میں موجود اللہ کی دی ہوئی) رہنمائی تلاش کرنے کی کوشش کرے اور اجتہاد، قیاس (ہی) ہے۔]

امام شوکانی اجتہاد کی تعریف میں لکھتے ہیں:

هو فی الاصطلاح بذل الوسع فی نیل حکم شرعی عملی بطریق الاستنباط . ۲

[اصطلاحی طور پر (اجتہاد سے مراد) کسی شرعی حکم عملی کو استنباط کے ذریعہ معلوم کرنے کی خاطر انتہائی حد تک کوشش کرنا ہے۔]

امام ابوالمظفر منصور بن محمد السمعانیؒ نے لکھا ہے:

الاجتہاد وهو بذل الجهد فی استخراج الاحکام من شواهدها الدالۃ علیها بالنظر المودی الیها. ۳

[اجتہاد سے مراد ہے، احکام کو ان کے ان دلائل سے اَخذ کرنا جو ان احکام پر رہنمائی کرتے ہوں، ان دلائل پر ایسا غور و فکر کرتے ہوئے جو ان احکام تک پہنچا دے۔]

امام زین الدین قاسم بن قطلو بغا۴، شیخ عبدالوہاب خلافؒ۵، استاذ مصطفیٰ زرقاءؒ۶، علامہ محمد عبدالغنی الباحقنیؒ۷ اور عبدالوہاب عبدالسلام طویلہؒ۸ کے مطابق اجتہاد سے مراد اپنی پوری طاقت کو خرچ کرتے ہوئے احکام شرعیہ کو ان کے دلائل سے اخذ کرنے کی کوشش کرنے کا نام ہے۔

ابن نجیم لکھتے ہیں:

و اعلم ان الاجتہاد ما هو فی ان تحدث حکما هذا غلط، وانما الاجتہاد المشروع فی طلب الدلیل فی الکتاب او سنّہ او اجماع او فهم عربی علی اثبات احکم فی تلک المسئلۃ بذالک الدلیل الذی اجتهدت فی تحصیلہ و العلم بہ فی زعمک هذا هو الاجتہاد. ۹

[اور یہ جاننا چاہیے کہ نئے سرے سے کسی حکم کا پیدا کرنا اجتہاد نہیں ہے، یہ قطعاً غلط ہے، شریعت میں جس اجتہاد کا اعتبار ہے، وہ کتاب اور سُنّت سے دلیل تلاش کرنے کی جد و جہد کرنا ہے، یا اجماع یا زبان عربی کے محاورات کی

راہنمائی میں خاص مسئلہ میں کسی ایسے حکم کو ثابت کرنا جو اس دلیل سے ثابت ہوتا ہو جس کی تلاش میں تم نے کوشش کی اور اپنے خیال میں اس حکم کا علم اسی دلیل سے تمہیں حاصل ہوا ہو، بس اسی کا نام، اجتہاد ہے، یعنی شریعت میں یہی اجتہاد معتبر ہے۔]

ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

''اجتہاد کا معنی یہ ہے کہ کسی ایسی صورت حال میں جس کے بارے میں قرآن مجید اور سنت میں براہ راست کوئی حکم موجود نہ ہو، قرآن وسنت کے احکام پر غور کر کے اس کا حکم معلوم کیا جائے۔ حکم شریعت کی دریافت کے اس عمل کا نام اجتہاد ہے۔ گویا اجتہاد ایک عموی اصول ہے۔ انگریزی میں اجتہاد کے مفہوم کو بیان کرنا ہو تو یوں کہا جائے گا: *To exhast your capacity to discover Shariah ruling about a new situation in the light of the Quran and Sunnah.* یہ ہے اجتہاد کہ قرآن وسنت کی روشنی میں کسی نئی صورت حال کا حکم معلوم کرنے کے لیے اپنی صلاحیت کو پورے طور پر استعمال کر ڈالنا، علم اور صلاحیتوں کو اس طرح نچوڑ دینا کہ اس سے آگے صلاحیت کے استعمال کرنے کی کوئی حد یا سکت باقی نہ رہے۔ اس عمل کا نام اجتہاد ہے۔'' [۱۰]

مولانا محمد مالک کاندھلوی لکھتے ہیں:

''اجتہاد شریعت کا ایک اصطلاحی لفظ ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ عقلِ سلیم اور فہمِ صحیح کے ذریعے احکامِ شرعیہ ان دلائل واصول سے معلوم کیے جائیں جو قرآن وحدیث سے مقرر کر دیے گئے ہیں۔ نصوصِ کتاب اللہ اور سنتِ رسول کی گہرائیوں میں سے احکامِ شرعیہ نکال لانے کا نام اجتہاد واستنباط ہوا۔'' [۱۱]

مولانا سید مودودیؒ اجتہاد کی وضاحت کرتے ہوئے اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

''۔۔۔قانون سازی کا یہ سارا عمل، جو اسلام کے قانونی نظام کو متحرک بناتا اور زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ اس کو نشو ونما دیتا چلا جاتا ہے، ایک خالص علمی تحقیق اور عقلی کاوش ہی کے ذریعے سے انجام پا سکتا ہے، اور اسی کا نام اسلامی اصطلاح میں ''اجتہاد'' ہے۔۔۔'' [۱۲]

ڈاکٹر طاہر القادری قانون سازی میں اجتہاد کے مقام کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

''قانون سازی کے تمام عمل میں اجتہاد کو مرکزی اور بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ قانونِ اسلامی کی بالعموم دو حیثیتیں ہوتی ہیں۔ ہیتِ اصلیہ (Actual Spirit) اور ہیتِ کذائیہ (Structural Form)۔ قوانینِ شریعت کی ہیتِ اصلیہ، انسانی زندگی کے تحرک اور ارتقاء کی ضمانت مہیا کرتی ہے جب کہ ہیتِ کذائیہ کا مقصد ان میں نظم وظبط اور انقیاد پیدا کرنا ہے۔ جب تقاضے اور مؤثرات بدل جائیں اور ان کے باعث انسانی زندگی کے احوال میں بھی تغیر رونما ہو جائے تو قانون کی اصل غایت اور روح کو برقرار رکھنے کے لیے بلکہ اس کی افادیت اور اثر انگیزی کو بحال رکھنے کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ اس کی ہیتِ کذائی کا از سر نو جائزہ لیا جائے تا کہ قانون کے نظم و

نسق کا پہلو زندگی کے تحرک اور ارتقاء کے پہلو سے متصادم نہ ہونے پائے۔ کیونکہ ان کے باہمی تضاد اور تناقض سے نہ صرف انسانی زندگی کا تحرک جمود میں بدل جاتا ہے۔ اس فریضے کی ادائیگی، قانون سازی کے عمل میں ''اجتہاد'' کے ذریعے ہوتی ہے۔'' [۱۳]

''قانون سازی'' کے میدان میں ''اجتہاد'' کی ضرورت دورِ حاضر کا ایک اہم مسئلہ ہے۔ مغرب کی طرح اسلامی ممالک میں ''قانون سازی'' کا رجحان پیدا ہو گیا ہے اور با قاعدہ منظبط قواعد وقوانین کی ضرورت کو محسوس کیا جارہا ہے۔ اس سلسلے میں سعودی عرب کے ''نظام'' کی مثال واضح ہے۔ قانون سازی کے اس عمل کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ عصر حاضر میں اجتہادی آراء کی ضابطہ بندی کا رجحان بہت بڑھ گیا ہے۔ اکثر و بیشتر اسلامی ممالک میں اسلاف کے اجتہادی وفقہی ذخیرے کی مدد سے اسلامی قانون سازی کی طرف پیش رفت کی جارہی ہے۔

مولانا تقی امینی فرماتے ہیں کہ اسلامی قانون کی تدوینِ جدید، اجتہاد کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ آپ قدیم فقہاء کے مرتب کردہ اصولوں کی روشنی میں اجتہاد کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''قدیم فقہاء نے اجتہاد کے لیے کافی سامان فراہم کر دیا ہے۔ اصول اور ضابطے مقرر کیے ہیں، کام کا انداز اور طریقہ بتایا ہے، کام کر کے دکھایا ہے۔ یہ سب کچھ مرتب و مدوّن شکل میں موجود و محفوظ ہے۔ اس سے زیادہ ہماری محرومی اور بے بصری کیا ہوگی کہ اس ذخیرہ سے فائدہ اُٹھانے کو ہم جرم سمجھیں یا خود فریبی میں مبتلا ہو کر اس کی اہمیت محسوس نہ کریں۔'' [۱۴]

ہم خلاصتاً اجتہاد پر علماء کی آراء کا اختتام، ڈاکٹر محمد امین کے ان الفاظ میں کرتے ہیں، آپ لکھتے ہیں:

> ''۔۔۔ مختصر لفظوں میں یہ کہ جس چیز کو ہم عصرِ حاضر میں ''قانون سازی'' کہتے ہیں اسلامی فقہ کی اصطلاح میں وہ ''اجتہاد'' کے سوا کچھ نہیں، لہٰذا جن اوصاف اور قیود وشرائط کا اصولیوں نے اجتہاد کے سلسلے میں ذکر کیا ہے ان سب کا انطباق ''قانون سازی'' پر بھی ہونا چاہیے۔۔۔'' [۱۵]

اجماع:

ادلّۃ الشرعیہ میں قرآن وسنت کے بعد ''اجماع'' ایک اہم شرعی دلیل ہے۔ دورِ حاضر میں اجماع کے حصول کا ایک بڑا ذریعہ اجتماعی اجتہاد ہوسکتا ہے۔ اور یہی راستہ فقہ اسلامی کی حیات نو اور اس کے فروغ وارتقا کا ضامن بن سکتا ہے۔ اسی کے ذریعے ہم عصری مشکلات ومسائل کا ایسا حل تلاش کر سکتے ہیں جس میں انفرادی کاوش کے برعکس کسی طرح کی تشکیک کا امکان بھی بہت کم ہے۔ مختلف علماء واصولیین نے اجماع کی مختلف انداز سے اصطلاحی تعریف بیان کی ہے۔ اجماع کی تعریف ووضاحت میں امت کے علمائے قدیم وجدید کی آراء پیش کچھ یوں ہیں۔

اجماع کی تعریف میں علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

والاجماع ائی جماع الامة الاتفاق یقال هذا امر مجمع علیه ائی متفق علیه [۱۶]

[اجماع سے مراد اجماع امت ہے۔اسی طرح کہا جاتا ہے امر مجمع علیہ یعنی یہ معاملہ متفق علیہ ہے۔]

ابن السبکی کے مطابق:

هو اتفاق المجتهد الامة بعد وفاة محمد صلی الله علیه وسلم فی عصر علی ای امر کان.

[یعنی اجماع، امت (محمدیہ) کے مجتہدین کے اس اتفاق کا نام ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی زمانہ میں کسی بھی امر پر ہوا ہو۔] [۱۷]

موفق الدین ابن قدامہ المقدسی حنبلیؒ کے مطابق:

ومعنی الاجماع فی الشرع اتفاق علماء العصر من امة محمدعلی امر من امور الدین. [۱۸]

[شرع میں اجماع سے مراد کسی زمانے میں امت محمدیہ کے علماء کا امور دینیہ میں سے کسی امر پر اتفاق کر لینا ہے۔]

امام ابوحامد غزالیؒ کے مطابق:

اما تفهیم لفظ الاجماع فنما نعنی به اتفاق امة محمد ﷺ خاصة علی امر من الامور الدینیة. [۱۹]

[جہاں تک اجماع کے لفظ کے مفہوم کا معاملہ ہے تو اس سے ہماری مراد امت محمدیہ کا اتفاق ہے' خاص طور پر جبکہ وہ امور دینیہ میں سے کسی معاملے پر ہو۔]

علامہ علاؤالدین البخاری حنفی کے مطابق:

وقیل وهو الاصح انه عبارة عن اتفاق المجتهدین من هذه الامة فی عصر علی امر من الامور. [۲۰]

[ایک قول کے مطابق اور یہ قول صحیح ترین ہے۔اجماع سے مراد اس امت کے مجتہدین کا کسی زمانے میں کسی معاملے پر اتفاق کر لینا ہے۔]

اجتماعی اجتہاد کی بعض صورتیں ایسی ہیں کہ اگر اس میں جمہور کا اتفاق ہو جائے تو اس اتفاق کو ''اجماع'' جیسی سَند حاصل ہو سکتی ہے۔چنانچہ عصر حاضر کے مفکر و مدبر قرآن مولانا امین احسن اصلاحی اس پہلو کے پیش نظر اجتماعی اجتہاد کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس طرح کے مسائل پر انفرادی طور پر جو رائیں ظاہر کی جا رہی ہیں، خواہ علمائے دین کی طرف سے یا غیر علمائے دین کی طرف سے، ان سے ایک ذہنی انتشار پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔اس طرح کے مسائل پر صحیح رائے قائم کرنے کے لیے مذہب کے گہرے مطالعے کی بھی ضرورت ہے اور ان سوالات کو بھی اچھی طرح سمجھنے کی ضرورت

ہے جو فی الواقع سائنس کی ترقیوں نے پیدا کر دیے ہیں۔ اس وجہ سے علما اور غیر علما، دونوں ہی گروہوں کے لیے ہمارا ناچیز مشورہ یہ ہے کہ اس طرح کے مسائل پر اپنے اپنے طور پر اظہارِ رائے کے بجائے اجتماعی طور پر غور کرنے اور رائے قائم کرنے کی کوئی شکل اختیار کریں تا کہ وہ معاشرے کو صحیح رہنمائی دے سکیں۔'' [۲۱]

علامہ شیخ احمد شاکر نے مصر کے ماہرین قانون کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''تقلید محض کی میں پوری طرح مخالفت کرتا ہوں، خواہ متقدمین کی تقلید ہو یا متاخرین کی۔ ایسے ہی انفرادی اجتہاد بھی وضع قانون کے لیے مفید نہیں ہے، بلکہ فردِ واحد کے تعلق سے یہ محال ہے جس چیز کی طرف میں دعوت دے رہا ہوں، وہ اجتماعی و شورائی اجتہاد ہے اور یہی چیز مفید ہے، کیونکہ جب مختلف آرا کا باہم تبادلہ ہوگا تو ان شاء اللہ صحیح بات نکل آئے گی۔'' [۲۲]

مولانا تقی امینی دورِ حاضر میں اجتہاد کے لیے ''اجماع'' بمعنی شورائی و اجتماعی اجتہاد (بصورتِ ادارہ) کی اہمیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''جدید تدوین کو قابلِ عمل اور قابلِ نفاذ بنانے کے لیے ضروری ہے کہ ''اجماع'' کو متحرک اور جاندار بنایا جائے۔۔۔ اسلامی قانون میں یہ اصول جس قدر زیادہ اہم ہے، اسی قدر مختلف حالات کی بنا پر اس سے بے توجہی برتی گئی ہے۔ شخصی حکومتوں کے زمانے میں اس بناء پر اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی کہ حکومتیں عموماً اس قسم کا کوئی ''ادارہ'' برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتیں ہیں جو ایک طرف تو حالات و مسائل میں آزادانہ غور و فکر اور فیصلہ کا حامل ہو اور دوسری طرف عوامی رجحان کو مائل کرنے کی اس میں طاقت ہو۔۔۔ دراصل اس سیاسی مفاد کی وجہ سے اسلامی تاریخ میں ''اجماع'' جیسے اہم اصول کو بروئے کار آنے کا موقع نہ مل سکا اور بعد میں یہ خیال عام ہو گیا کہ ''اجماع'' میں چونکہ جمیع اُمت کا اتفاق ہونا چاہیے اور یہ صورتِ حال تقریباً ناممکن ہے، اس لیے اجماع کا انعقاد بھی ناممکن ہے۔'' [۲۳]

مولانا موصوف نے اجماع کی ممکن العمل صورت کے لیے ایک مجلسِ مشاورت کے قیام کی تجویز بھی دی اور اسے حکومت کی آمیزش سے پاک رکھنے کا مشورہ دیا تا کہ یہ آزادانہ غور و فکر سے کام لے کر شرعی راہنمائی دے سکے۔ [۲۴]

اصولیین و ثقہ علماء کی محولہ بالا تعریفوں سے یہی ملخص ہوتا ہے کہ:

اگر وحیِ الٰہی میں بعینہٖ کوئی حکم منصوص نہ ہو تو اس میں غور و تدبر کرتے ہوئے رہنمائی تلاش کرنا، کسی عملی شرعی حکم کو اس کی دلیل سے بذریعہ استنباط معلوم کرنے کی خاطر انتہائی درجے کی کوشش کرنا، احکام شرعیہ کو ان کے دلائل سے اخذ کرنے کی کوشش کرنا، پیش آمدہ نئے مسائل کو شریعت کے منصوص دوسرے مسائل پر قیاس کر کے حکم نکالنا اور سارے مجتہدین کا کسی مسئلے کے حل (حکم) پر متفق الرائے ہو جانا، اجتہادی عمل کہلاتا ہے اور یہ ''اسلامی قانون سازی'' یا اجتہادی کاوش اگر انفرادی ہوگی تو یہ ''قیاس'' اور ''انفرادی اجتہاد'' کے ضمن میں آئے گی اور اگر بالاتفاق اور اجتماعی ہوگی تو ''اجماع'' اور ''اجتماعی اجتہاد'' کہلائے گی اور یہ

سب کچھ ''اجتہاد'' ہی ہے۔

یعنی ''اجتہاو اجماع'' دوسرے الفاظ میں ''اسلامی قانون سازی'' کا ہی دوسرا نام ہے البتہ جیسا کہ واضح ہے یہ قانون سازی، مطلق قانون سازی نہیں بل کہ محدود قانون سازی ہے، جس کی خود شریعت نے ترغیب و اجازت دی ہے اور اصل اور مطلق قانون ساز صرف خالق و مالک اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے۔

اسلامی قانون کا آغاز تخلیقِ آدم اور آدم کے ظہور فی الارض سے ہی ہو گیا تھا۔(25) کیونکہ ظاہر ہے انسان کو صحیح اور کامیاب زندگی گزارنے کے لیے روزِ اوّل سے ہی قواعد و قوانین کی ضرورت تھی۔

اب ہم چاہیں گے کہ مقالہ زیرِ نظر میں ''قانون'' اور ''قانون سازی'' کی تفصیل سے وضاحت کی جائے۔

قانون:

قانون *Law* ''دراصل مغربی اصطلاح ہے جو بنیادی و اساسی قاعدے و ضابطے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور یہ لفظ عربی زبان میں بھی بہت پہلے سے مستعمل چلا آرہا ہے۔ بنیادی طور پر یہ لفظ یونانی ہے اور *canan* سے بگڑ کر عربی زبان میں قانون ہو گیا۔ بعض محققین کے نزدیک یہ لفظ دراصل رومی زبان سے ہے۔ صاحب'' مختار الصاح'' تو اس لفظ کو عربی لفظ مانتے ہی نہیں اور انھوں نے اس کے اپنی لغت میں معنے لکھنے سے ہی اجتناب کیا ہے۔ ۲۶ اس کا مادہ [ق۔ن۔ن] ہے۔ لفظ'' قانون'' کے کئی معنی ہیں مثلاً کسی چیز کی اصل، جڑ، بنیاد، قاعدہ، دستور، ضابطہ، آئین، طور طریقہ، روش، ڈھنگ وغیرہ کے ہیں۔ ۲۷/ ۲۸

ڈاکٹر روحی البعلکی کے مطابق لفظ قانون کے معنی law,code and rule کے ہیں۔ ۲۹

المعجم الوسیط کے مطابق' قانون' کے لفظی معنی:

...الفانون مقیاس کل شیء و طریقه. ۳۰

[...۔قانون سے مراد کسی چیز کو ماپنے کا آلہ اور طریقہ کے ہیں۔]

المعجم الوسیط کے مطابق' قانون' کے اصطلاحی معنی ہیں:

...وفی الاصطلاح أمر کلي ینطبق علی جمیع جزئیاته التی تتعرف أحکامها منه. ۳۱

[...۔اور اصطلاح میں قانون سے مراد ایسا امر کلی ہے جو اپنی ساری جزئیات پر ہوتا ہو کہ جن کا حکم اس سے پہچانا جائے۔]

ڈاکٹر محمد امین، ڈاکٹر سمیر عبد التناغو کے حوالے سے'' قانون'' کی اصطلاحی تعریف میں لکھتے ہیں:

''قانون اُن قواعد و احکام کا مجموعہ ہے جو سوسائٹی کی تنظیم کے لیے مملکت نافذ کرتی ہے۔'' ۳۲

ڈاکٹر صبحی محمصانی لکھتے ہیں:

''آج کل لفظ قانون کے تین معنی ہیں: لفظ قانون کے پہلے معنی جو سب سے زیادہ عام ہیں، یہ ہیں کہ اُن سے

خاص احکام شرعیہ کا مجموعہ مراد ہے۔ (اسی طرح کے معنی امام غزالی نے بھی مراد لیے ہیں ؛(بحوالہ مستصفی للغزالی، مطبوعہ، مصر، ۱۹۳۷ء، ج۱، ص۸) قانون کے دوسرے وہ عام معنی ہیں جن سے آئین وضوابط مراد ہیں جیسے انگریز کا قانون یا قانون کا سبق وغیرہ۔ قانون کے تیسرے اور آخری معنی یہ ہیں کہ لفظ قانون ایک خاص صورت میں ہر اس قاعدے کے لیے بولا جاتا ہے جو معاملات عامہ کے قواعد میں سے ہو، مثلاً مجلسِ نواب نے غلہ روکنے کا قانون بنایا۔'' ۳۳

المختصر ''قانون'' دراصل اصولوں Principles اور ضابطوں Rules and Regulations پر مشتمل ایک ایسا اجتماعی نظام ہوتا ہے کہ جسکو کسی مقتدرہ ادارے یا حکومت کی طرف سے کسی معاشرے کو منظم Regulate کرنے اور اسے ضبط میں رکھنے Control کرنے کیے لیے وضع To enact اور نافذ Impliment کیا جاتا ہے اور اسی کی بنیاد پر اس معاشرے کے طرزِ عمل اور اجتماعی رویوں کا انحصار ہوتا ہے۔

اسلامی قانون:

''قانون'' کے مفہوم کی محولہ بالا بحث کے بعد؛۔۔۔ اسلامی قانون سے مراد پھر۔۔۔ ایسے قواعد وضوابط Rules and Regulations ہیں جو انسانوں کی عملی زندگی کو منظم ومنضبط کرنے کے لیے اسلام کے بنیادی واصولی مصادر وذرائع؛ قرآن وسنت سے اخذ کیے جاتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اسلام کے مصادرِ اصلی سے مستنبط احکامِ شرعیہ کو اسلامی قانون کہا جاتا ہے۔

ڈاکٹر ریاض الحسن گیلانی کے مطابق؛

''اسلامی قانون'' سے مراد ''شریعت'' یعنی خدا کا قانون ہے جو منزل من اللہ، اکمل وکامل ہے۔'' ۳۴

ڈاکٹر محمد امین قانون اور اسلامی قانون کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قانون'' سے مراد ہمارے نزدیک ''قانونِ وضعی'' یعنی انسان کا بنایا ہوا قانون ہوگا اور اس کے برعکس (اس کتاب میں) ''اسلامی قانون'' کا مطلب ہوگا وہ قواعد وضوابط جو قرآن وسنّت اور اجتہادِ شرعی پر مبنی ہوں، خواہ انھیں حکومت نافذ کرے یا نہ کرے۔'' ۳۵

فقہ اسلامی اور قانون:

اسلام میں ''اسلامی قانون'' کے بجائے ترجیحاً ''الفقہ'' کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے اور یہ مغرب کی اصطلاح ''قانون'' سے کہیں زیادہ جامع المفہوم ہے۔ عربوں میں ''اسلامی قانون'' کی اصطلاح اب بھی قبولِ عام حاصل نہیں کرسکی اور غیر مروّج ہے۔ البتہ عصرِ حاضر کے ایک بہت بڑے محقق ڈاکٹر حمید اللہؒ نے فقہ کو قانون کے معنوں میں لیا ہے۔ ۳۶

فقہ کے لفظی معنی:

لفظی طور پر فقہ کسی بات کو جاننے (علم)، سمجھنے (فہم)، اس کی تہہ تک پہنچنے اور اس کی حقیقت معلوم کرنے کی گہری کوشش کرنے کے ہیں۔ صدرِ اوّل میں فقہ کا لفظ علم کا مترادف بھی رہا ہے۔ [۳۷]

امام ابو حنیفہؒ سے فقہ کی تعریف یوں منقول ہے:

اَلفِقہُ ھُوَ مَعرِفَۃَ النَّفسِ مَالَھَا وَمَاعَلَیھَا [۳۸]

[یعنی جس (علم) سے انسان اپنے نفع و نقصان اور حقوق و فرائض کو جان لے وہ فقہ ہے۔]

فقہ کے اصطلاحی معنی:

مولانا منہاج الدین مینائی کی تحقیق کے مطابق:

''اسلامی شریعت کی اصطلاح میں علم الفقہ کی تعبیر اس طرح کی گئی ہے۔ **العلم بالاحکام الشرعیہ العلمیہ من ادلّتھا التفصیلیۃ** یعنی احکامِ دین کا تفصیلی علم حاصل کرنا اور ان کی دلیلوں اور حکمتوں سے واقف ہونا۔'' [۳۹]

ابنِ نجیمؒ کے مطابق:

اعلم ان معنی الفقہ فی اللغہ الوقوف والاطلاع، و فی الشرعیہ الوقوف الخاص، وھو الوقوف علی معانی النصوص و اشارتھاو دلا لا تھا و مضمراتھا و مقتضیاتھا، و الفقیہ اسم الواقف علیھا.

[معلوم ہونا چاہیے کہ لغت میں واقف ہونا، اطلاع پانا، یہی فقہ کے معنی ہیں، اور شریعت میں خاص قسم کی واقفیت کا نام فقہ ہے، یعنی نصوصِ شرعی کے معانی سے اور ان کے اشاروں سے، جن چیزوں پر وہ دلالت کرتے ہوں، ان سے اُن کے مضمرات سے، اور جو کچھ ان کا اقتضا ہو، ان سب سے واقف ہونا، یہ تو فقہ ہے اور ان امور سے جو واقف ہو وہی فقیہ ہے۔] [۴۰]

ابنِ نجیم مزید لکھتے ہیں:

ان الفقہ معقول عن منقول

[فقہ ایک عقلی علم ہے جو منقول (یعنی وحی و نبوت کی معلومات) سے حاصل کیا گیا ہے۔] [۴۱]

ڈاکٹر محمود احمد غازی ''فقہ'' کی تعریف میں فرماتے ہیں:

''فقہ کے لفظی معنے گہری بصیرت اور گہرے فہم کے ہیں اور اصطلاحی اعتبار سے فقہ سے مراد ہے شریعت کے عملی احکام کا وہ تفصیلی علم جو (شریعت کے) تفصیلی دلائل کی بنیاد پر ہو۔'' [۴۲]

مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مطابق:

''مقاصدِ نصوص کا سمجھنا فقہ ہے۔ فقہ ایک نور ہے، جو فقیہ کے دل میں ہوتا ہے جس کی برکت سے اس کو دین کی

سمجھ حاصل ہوتی ہے۔اس نور کو جب حق تعالیٰ سلب کر لیں، وہ کسی کے اختیار میں نہیں ہیں۔'' ۴۳؎

عبدالخلاف وہاب کے مطابق تفصیلی دلائل سے مستنبط کیے گئے شرعی وفروعی احکام کو جاننا بھی فقہ کہلاتا ہے اور خود ان احکام کے مجموعے کو بھی ''فقہ'' کہتے ہیں۔ ۴۴؎

اسی طرح ''مجلۃ الاحکام العدلیہ'' کی دفعہ نمبر ایک میں بھی فقہ کی تعریف یوں کی گئی ہے:

''شریعت کے عملی مسائل کو جاننے کا نام علمِ فقہ ہے۔'' ۴۵؎

علامہ ابن خلدون نے فقہ کی تعریف میں لکھا ہے:

''افعال مکلفین کی بابت اس حیثیت سے احکام الٰہی کے جاننے کا نام فقہ ہے کہ وہ واجب ہیں یا محظور، ممنوع وحرام، مستحب اور مباح ہیں یا مکروہ۔'' ۴۶؎

الموسوعۃالفقھیہ میں ''فقہ'' کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی:

اَلعِلمُ بِالاَحکَامِ الشَّرعِیَّہِ الفرعیة العلمیة المستمدةمن الاَدِلَّة التَّفصِیلِیَّہِ ۴۷؎

[یعنی انسانی اعمال وافعال سے متعلق شریعت کے وہ فروعی احکام جو تفصیلی دلائل سے مستنبط کیے گئے ہوں، فقہ کہلاتے ہیں۔]

ڈاکٹر محمد امین شریعت اور فقہ کا فرق واضح کرتے ہوئے ''فقہ'' کی وضاحت میں لکھتے ہیں؛

''۔۔۔فقہ میں نہ صرف اُن احکام کو مدون کیا گیا ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا صریح حکم موجود ہے بلکہ ایسے احکام بھی اس میں شامل ہیں جو اُن منصوص احکام کی تفسیر وتشریح ہیں یا جو مجتہدین کی اجتہادی کوششوں کا ثمر ہیں۔'' ۴۸؎

ڈاکٹر ریاض الحسن گیلانی کے مطابق؛

''فقہ کو بھی عملاً قانون کا درجہ حاصل ہے۔'' ۴۹؎

علامہ زمخشریؒ فقیہ یا ماہرِ اسلامی قانون، *Islamic Jurist/Lawer* کی تعریف میں لکھتے ہیں:

الفقیه العالم الذی یشق الاحکام و یفتش عن حقائقها ما استغلق منها. ۵۰؎

[فقیہ وہ عالم ہے جو احکام کا تجزیہ کرتے ہوئے ان کے حقائق کی تفتیش کرتا ہے اور ان کی مشکلات کو واضح کرتا ہے۔]

المختصر ''فقہ'' کی محولہ بالا تعریفوں کو جاننے کے بعد ہمارے نزدیک:

''فقہ'' سے مراد ایک طرف تو ایک ایسے ''عقلی علم'' کے ہیں۔ جو ایک خداداد نور ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دل میں ڈال دیتا ہے جس کے نتیجے میں اس کے اندر دینی بصیرت پیدا ہوتی ہے اور وہ شارع کے قانون اور اس کے مقاصد کو سمجھ سکتا ہے، احکامِ دین کا تفصیلی علم حاصل کرتا ہے اور احکام کی دلیلوں اور حکمتوں سے واقفیت حاصل کرتے ہوئے ادلّہِ شرعیہ سے استنباطِ احکام کرتا ہے۔ اور ان سارے اوصاف اور ملکہ کا حامل شخص ''فقیہ کہلاتا

ہے۔ دوسری طرف ''فقہ'' سے مراد ''قانون سازی'' اور خود وہ احکام وقوانین بھی ہوتے ہیں جو ادلّہِ شرعیہ سے مستنبط ہوتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں احکام وقوانینِ شرعیہ کے اس مجموعے کو بھی ''فقہ'' کہتے ہیں جس کی عملاً پابندی کرنا مسلمانوں پر لازم ہوتا ہے۔''

فقہی علوم میں ''قانون'' کے لیے یا قانون کے معنوں میں ''حکم یا حکمِ شرعی'' کی اصطلاح بھی استعمال ہوتی ہے۔

حکم یا حکمِ شرعی:

حکم عربی زبان کا لفظ ہے جو تین حروف ''ح ک م'' پر مشتمل ہے۔ یہ اسم بھی ہے اور مصدر بھی۔ جس کے معنی ہیں فیصلہ، حکم، حکمت، فہم، سمجھ، حکومت اور حکومت کرنا ۵۱/۵۲ عربی زبان میں اس کا ایک مترادف لفظ 'امر' بھی ہے، اس کے بھی یہی معنی ہیں۔

ابن منظور افریقی اور امام رازی کے مطابق:

والحکمُ العلمُ الفقه والقضاءُ بالعدلِ. ۵۳/۵۴

[حکم علم وفقہ کو بھی کہتے ہیں اور عادلانہ فیصلے کو بھی کہتے ہیں۔]

پس محولہ بالا آراءِ علماء ولغویین کو سامنے رکھتے ہوئے:

''حکم'' سے مراد۔۔۔ فیصلہ، حکم، حکمت، فہم، سمجھ، حکومت، حکومت کرنا، علم وفقہ، عادلانہ فیصلہ، نصیحت، امر، نہی اور قانون کے ہیں۔

حکمِ شرعی کی اصطلاحی تعریف:

مختلف علماء واصولیین نے حکم کی فقہی واصطلاحی تعریف مختلف طرح سے کی ہے، مثلاً:

خطابُ اللہِ المتعلق بافعال المکلفین بالاقتضاءِ والتخییر. ۵۵

[یعنی حکم شرعی اللہ تعالیٰ کا وہ فرمان ہے جس کے تحت بندوں کے لیے بعض افعال کو واجب یا مستحب قرار دیا گیا ہو اور بعض کو حرام یا ناپسندیدہ کہا گیا ہو۔]

ڈاکٹر صبحی محمصانی کے مطابق:

''حکمِ شرع، شارع یعنی اللہ تعالیٰ کا وہ حکم ہے (جس میں شرعی نقطہ نگاہ سے) کوئی مصلحت ہو، دوسرے لفظوں میں علمائے اصول کے نزدیک حکم شرع وہ ہے جو شارع (اللہ تعالیٰ) نے اپنے مکلّف بندوں کو دیا ہو، خواہ اس حکم میں کسی بات کا مطالبہ ہو یا کسی امر کا اختیار دیا جائے یا اعمالِ انسانی کے آداب اور طریقے ہوں۔'' ۵۶

ڈاکٹر محمود احمد غازی حکمِ شرعی کی تعریف میں کہتے ہیں:

''حکمِ شرعی اللہ تعالیٰ کا وہ خطاب ہے جو براہِ راست قرآنِ مجید میں، یا رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے سنّت

کے ذخائر میں ہم تک پہنچا ہو اور جو بندوں کے افعال واعمال کی کسی کیفیت یا حیثیت سے متعلق ہو۔'' ۵۷

ڈاکٹر طاہرالقادری 'حکم' کی اصطلاحی تعریف میں لکھتے ہیں:

الحکم ما ثبت بخطاب الله المتعلق بافعال المکلفین بالاقتضاء او التخییر او الواضع ۵۸

[قانون وہ ضابطۂ عمل ہے جو وحی الٰہی سے نمو پاتا ہے جو بعض امور کے کرنے یا نہ کرنے کی طلب یا ان میں اختیار واباحت یا محض استقرار واعلان پر مبنی ہوتا ہے۔]

آپ، مزید لکھتے ہیں:

''حکم وہ قانونی ضابطہ ہے جو وحی الٰہی سے بلا واسطہ یا بالواسطہ ماخوذ ہو۔'' ۵۹

آپ اس کی مزید توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''۔۔۔اسلامی فقہ میں قانون کی واحد معیاری تعریف یہ ہے کہ ہر وہ ضابطہ جو بلا واسطہ یا بالواسطہ وحی الٰہی سے نمو پاتا ہے اگر اس کا تعلق انسانی افعال سے ہو خواہ وہ اقتضاء وطلب کی صورت میں ہو یا تخییر واباحت کی صورت میں یا محض وضع واعلان کی صورت میں ہو، قانون یا حکم کہلاتا ہے لہٰذا 'قانون' انسانی اعمال وافعال سے متعلق وہ مجموعۂ ضوابط ہے جس کا ماخذ اولاً قرآن ہے کیونکہ یہ وحی الٰہی کی واضح اور ظاہری صورت ہے۔ ثانیاً سنّت رسول ﷺ ہے کیونکہ یہ وحی الٰہی کی صحیح وعملی تعبیر وتفسیر اور باطنی صورت ہے اور ثالثاً اجماع قطعی ہے کیونکہ یہ وحی الٰہی کی اصل تعبیر اور مراد معلوم کرنے کا مستندترین ذریعہ ہے۔'' ۶۰

چنانچہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے قرآن مجید کی سورہ المائدہ کی آیت نمبر ۵۰ میں 'حکم' کا ترجمہ 'قانون' کیا ہے:

اَفَحُکْمَ الجَاھِلِیَّۃِ یَبغُونَ .وَمَن اَحسَنُ مِنَ اللّٰہِ حُکمَاً لِّقَومٍ یُّوقِنُون.

[کیا یہ جاہلیت کے قوانین کی تلاش میں ہیں؟ اور اللہ سے بڑھ کر یقین رکھنے والوں کے لیے اچھا قانون دینے والا کون ہوسکتا ہے۔] ۶۱

المختصر فقہی اصطلاح میں ''حکم'' یا ''حکمِ شرعی'' سے مراد وہ ضابطۂ عمل یا قانون ہے جو وحی الٰہی سے نمو پاتا ہے یعنی، جس کا ماخذ قرآن وسنّتِ رسول ﷺ ہے جس کے تحت بندوں کے لیے بعض افعال کو واجب یا مستحب قرار دیا گیا ہو اور بعض کو حرام یا ناپسندیدہ کہا گیا ہو۔ اس میں کسی بات کا مطالبہ ہو یا کسی امر کا اختیار دیا جائے یا اعمالِ انسانی کے آداب اور طریقے متعین کیے گئے ہوں۔

حکم یا قانون کا نصب العین یا مقصد:

کوئی بھی قانون وضابطہ Rule اجتماعی مفاد کے تحفظ اور سب لوگوں کو پیشِ نظر رکھ کر بنایا جاتا ہے نہ کہ کسی ایک فرد کی خاطر۔ یعنی وہ اپنے مقصد اور نصب العین کے لحاظ سے عام ہوتا ہے نہ کہ خاص۔ یہی حکم وقانون کا اساسی قاعدہ وکلیہ ہے، جیسا کہ الحصاری کہتے ہیں:

''حکم کانصب العین اجتماعی ہوتا ہے نہ کہ انفرادی۔'' ۶۲

تشریع:

تشریع مادہ[ش۔ر۔ع] ہے اور یہ باب تفعیل سے مصدر ہے۔جیسا کہ اس سے پہلے واضح کیا جاچکا ہے کہ 'شَرع'' کے ہیں،مثلاً صاف راستہ پر چلنا،راہ ڈالنا،ظاہر ہونا،پانی کے اندر آنا،برابر کرنا،شروع کرنا،طور،طریقہ،آئین۔دستور،واضح اور کھلا راستہ،قانون،قانون بنانا،اللہ کا قانون اور قانون بنانے کے طریقے۔۶۳/۶۴/۶۵/۶۶

اسی طرح اردو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مطابق شریعت کے معنی احکام وقوانین ہی ہیں:

''لفظ شریعت یا شریعت اسلامیہ جب دُنیا کے مروّجہ قوانین کے مقابلے میں مستعمل ہوتو اس سے مراد وہ تمام احکام ہوتے ہیں جن پر دینِ اسلام مشتمل ہے۔'' ۶۷

ڈاکٹر صبحی محمصانی لکھتے ہیں:

''لفظ شریعت بھی قانون کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔'' ۶۸

پس محولہ بالا تعریفات و مفاہیم ''شرع'' اور ''شریعت'' سے معلوم ہوا کہ؛اسلامی اصطلاح میں ''تشریع'' قرآن وسنّت سے احکام وقوانین اَخذ کرنے کا نام ہے۔

تقنین:

تقنین مادہ [ق۔ن۔ن] ہے۔یہ باب تفعیل سے مصدر ہے۔ اس کے معنی قانون سازی یا قانون بنانے کے ہیں Legislation۔جیسا کہ مولانا وحید الزمان کیرانوی لکھتے ہیں:

لفظ 'تقنین' کا مادہ ''ق ن ن'' ہے اور یہ باب تفعیل سے مصدر ہے۔اس کا لغوی معنی ''قانون سازی'' ہے (69)

اسی طرح تقنین کے معنی قواعد وقوانین کو جمع کرنے اور ان کی تدوین وتبویب Compilation of Law کے بھی لیے جاتے ہیں جیسا کہ شیخ مصطفٰی زرقاء ''تقنین'' کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

یقصد بالتقنین بوجه عام جمع الأحکام والقواعد التشریعیة المتعلقةبمجال من مجال العلاقات الاجتماعیة و تبویبها وصیاغتها بعبارات آمره موجزة واضحة فی بنود تسمی (مواد) ذات أرقام مسلسلة ثم اصدارها فی صورة قانون أو نظام تفرضة الدولة یلتزم القضاة بتطبیقه بین الناس. ۷۰

[عام طور پر تقنین سے مراد اجتماعی معاملات سے متعلق کسی شعبے سے متعلقہ شرعی احکام اور قواعد کو جمع کرنا،ان کی ابواب بندی کرنا،ان کو مرتب کرنا،اور ان کو مختصر،واضح،سلسلہ وار حکمیہ عبارتوں کی صورت میں ڈھالنا۔اس کے بعد انھیں ایسے نظام اور قانون کی صورت میں جاری کرنا جسے کوئی ریاست لازمی قرار دے اور جج لوگوں کے مسائل حل

کرنے میں ان کے پابند ہوں۔]

ڈاکٹر یوسف قرضاوی تقنین کی تعریف وتوضیح میں لکھتے ہیں:

صياغة أحكام المعاملات وغيرها من عقود و نظريات ممهده لها جامعة لإطارها في صورة مواد قانونية يسهل الرجوع اليها. ۱؎

[معاملات، عقود اور مختلف افکار سے متعلقہ احکام شرعیہ کو آسان و جامع بنانے کے لیے قانونی مواد کی صورت میں ڈھالنا تاکہ ان کی طرف رجوع کرنا آسان ہو سکے تقنین کہلاتا ہے۔]

ڈاکٹر محمد زکی عبدالبر "تقنین" کی تعریف میں لکھتے ہیں:

التقنين عبارة عن جمع القواعدالخاصه بفرع عن فروع القانون بعد تبويبها وترتيبهاو ازالة ما قد يكون بينها من تناقض و فيها من غموض في مدونة واحدهثم اصدارها في شكل قانون تفرضة الدولة عن طريق الهيئه التي تملك سلطةالتشريع فيها بصرف النظر عما كان مصدر هذه القواعد التشريع أو العرف أ العادة أالقضاء أ غير ذالك من مصادر القانون. ۲؎

[تقنین سے مراد فروعات قانون میں سے کسی کے متعلق قواعد کی ترتیب وتبویب اور ان میں موجود ابہام وتضاد کی دوری کے بعد انھیں ایک جگہ یکجا کرتے ہوئے انھیں ایسے قانون کی صورت میں جاری کرنا کہ جس کی پابندی کو ریاست لازمی قرار دیتی ہے۔ تقنین میں بالعموم قاعدے یا ضابطے کے مصدر کا تذکرہ نہیں ہوتا کہ وہ قانون ہے، یا عرف ہے یا عادت ہے یا تقضاء یا اس کے علاوہ کوئی مصدر ہے۔]

شیخ صالح الفوزان "تقنین" کی تعریف میں لکھتے ہیں:

وضع مواد تشريعيه يحكم بها القاضي ولا يتجاوز ها. ۳؎

[قانون سازی سے متعلق مواد کو واضح کرنا تاکہ جج اس کے مطابق فیصلہ دے سکیں اور اس سے متجاوز نہ ہوں۔]

المختصر "تقنین" کے معنی قانون سازی، قانونی ضابطہ بندی اور اجراءِ قانون کے بھی ہیں۔ اور ہمارے پیشِ نظر اس مقالے میں خاص طور پر پہلے معنی مراد ہیں۔

اسلامی قانون سازی کی حدود ودائرہ کار:

تشریع وقانون سازی کا اختیارِ مطلق صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پاس ہے۔ البتہ اسلام نے انسانوں کو اجتہاد کے اصول کے تحت محدود قانون سازی Legislation کی اجازت وترغیب دی ہے اور اس کی کچھ حدود ہیں مثلاً:

۱۔ اللہ اور اس کے رسول کے واضح احکامات کے برعکس کوئی قانون سازی نہیں کی جا سکتی۔ یعنی جہاں نص موجود ہو وہاں قانون سازی کی گنجائش نہیں۔ ۴؎

۲۔ اصولِ ''اجتہاد'' کے استعمال سے مندرجہ ذیل صورتوں میں قانون سازی ہو سکے گی:

الف: ترجیحی اجتہاد:

اللہ اور اس کے رسول کے ایسے احکام جو قطعی اور واضح نہ ہوں اور ایک سے زائد تعبیرات کے متحمل ہو سکتے ہوں تو ان میں کسی ایک تعبیر کو اختیار اور راجح قرار دیا جا سکتا ہے۔

ب۔ قیاسی و تطبیقی اجتہاد:

جن معاملات میں احکامِ شریعت سے مماثل احکام موجود ہوں تو ایسی صورت میں نئے معاملات کو شریعت میں موجود پہلے معاملات پر قیاس کر کے ویسے ہی احکامات کو ان نئے معاملات پر منطبق کیا جا سکتا ہے۔ یعنی قیاس و استنباطِ احکام کا عمل۔

ج۔ جن معاملات میں احکامِ شریعت موجود ہی نہ ہوں تو ایسی صورت میں دو راستے اختیار کیے جا سکتے ہیں:

۱۔ سابقہ اجتہاد کی پیروی:

اگر فقہاءِ سابقہ نے اپنے اجتہاد و اجماع سے ایسے معاملات میں کوئی قانون سازی کی ہو تو اسے ہی اختیار کیا جا سکتا ہے۔ یا

۲۔ ازسرِنو اجتہاد:

شریعت کے عمومی اصولوں، عرف و عادت اور تغیرِ حالات و زمانہ کو سامنے رکھتے ہوئے نئی قانون سازی کی ضرورت ہو تو نئی قانون سازی جا سکتی ہے۔[۵۷]

تشریع و تقنین/ قانون سازی کے لیے اسلام کے راہنما اصول:

جیسا کے پہلے کہا جا چکا ہے کہ تشریع و قانون سازی کا اختیارِ مطلق صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پاس ہے۔ قرآنِ مجید کی ۲۲ آیات سے اللہ تعالیٰ کے شارعِ مطلق ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔[۶۷]

قانون بنانے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ تمام انسانوں کے مفاد کو یکساں طور پر پیشِ نظر رکھا جا سکے اور ایک مرتبہ کوئی قانون بنا کر راہنمائی دے دی جائے تو اس کے بعد انسان اس کی حدود میں رہتے ہوئے اور اسے اپنا بنیادی آئین و دستور مانتے ہوئے اپنے لیے حسبِ ضرورت مزید ذیلی قوانین اور اس کی جزئیات طے کر سکیں۔ کوئی بھی انسانی دائرہ عمل ہو، کچھ باتیں انسان کے فطری تقاضوں میں شامل ہیں، مثلاً: زیادہ بوجھ اور تکلیف کا برداشت نہ کر سکنا، معاملات کو بتدریج انجام دینے میں سہولت جاننا، رخصتیں چاہنا، بے جا پابندیاں برا جاننا، وقت اور صورتِ حال کی تبدیلی کی بنا پر تبدیلی کے خواہشمند ہونا وغیرہ۔ اسلام نے اسی طرح کے تقاضوں کو قانون سازی میں پیشِ نظر رکھا ہے۔ چنانچہ اسلامی قانون کے

اصولِ اساسی کچھ یوں ہیں:

۱۔عدم تکلیف یا تیسیر
۲۔مصلحت کا لحاظ
۳۔تخفیفِ تکلیف
۴۔تدریج
۵۔عموی اباحت
۶۔رخصت واجازت
۷۔تغییر وتحرک

۱۔ عدم تکلیف یا تیسیر:

انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ کسی تکلیف میں نہ پڑے اور اسے آسانی حاصل ہو۔ اسلام قانون سازی میں اس پہلو کو ملحوظِ خاطر رکھتا ہے کہ انسانی زندگی میں مشکلات کو دور کر کے آسانی پیدا ہو۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۷؎

[اللہ تعالیٰ تمھارے لیے آسانی چاہتا ہے اور وہ تمھاری تنگی نہیں چاہتا۔]

مَايُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ ۸؎

[اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ وہ تمھارے لیے تنگی پیدا کرے۔]

۲۔ مصلحت کا لحاظ:

اکثر اسلامی احکام کا دارومدار معاملات کی مصلحت کو پیشِ نظر رکھنے پر ہے، یعنی اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ بگاڑ کو دور کرتے ہوئے اصلاح کی جائے اور نفع کے پہلو کو مقدم رکھا جائے اور نقصان کے پہلو سے بچا جائے۔ مثلاً حکم خداوندی ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۹؎

[اے مومنو! تم اپنا مال آپس میں نہ کھاؤ سوائے اس کے کہ وہ تمھاری باہمی رضامندی سے ہو۔]

۳۔ تخفیفِ تکلیف:

انسان کو قانون کی پابندی اور تعمیل سے کچھ طبعی ناگواری اور تکلیف بھی محسوس ہوا کرتی ہے تو اسلام یہ چاہتا ہے کہ ممکنہ حد تک اس میں تخفیف کی جائے۔

۴۔ تدریج:

اسلامی قانون کے نفاذ میں تدریج کے اصول کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے اور آئندہ بھی رکھا جانا چاہیے۔اس سے مراد یہ ہے کہ انسانی مزاج، طبع اور احوال کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے درجہ بدرجہ Gradually and step by step قوانین کو نافذ کیا جائے تا کہ تعمیلِ احکام میں لوگوں کو سہولت ہو اور کسی قسم کی مشکل وسختی کی بدولت ان میں بغاوت وسرکشی کے جذبات نہ پیدا ہونے پائیں اوران پر کسی قسم کی تنگی نہ ہو۔جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ .۸۰

[اللہ نے دین کے معاملے میں تمہارے لئے کوئی تنگی نہیں رکھی۔]

قرآنِ مجید میں تنفیذِ احکام میں اصولِ تدریج کی ایک مثال شراب کی حرمت کا حکم ہے۔قرآن میں سب سے پہلے اس کے گناہ کے کام میں سے ہونے کی صراحت کی گئی اور ساتھ ہی اس کے منافع کا بھی اعتراف کیا گیا؛لیکن بعد میں یہ صاف صاف کہہ دیا گیا کہ اس میں نفع سے زیادہ نقصان کا پہلو ہے، جیسے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ، وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا.۸۱

[کہہ دیجیے کہ ان دونوں (خمرومیسر کے استعمال) میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں بھی ہیں اور (لوگوں کے) بعض فائدے بھی ہیں اور وہ گناہ کی باتیں ان کے فائدوں سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں۔]

غور طلب بات یہ ہے کہ بیک وقت اُن دونوں سے نہیں روکا گیا بل کہ اس اندازِ تخاطب سے لوگوں کو اِن کا معصیت ہونا سمجھانا تھا اور واقعی لوگوں کو سمجھ میں آنے لگا اور ان کے قلوب میں کچھ نہ کچھ اس سے نفرت ہونے لگی تو پھر اگلے مرحلے پر لوگوں کو حکم دیا گیا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ ۸۲

[اے ایمان والو!تم نماز کے پاس بھی ایسی حالت میں مت جاؤ کہ تم نشہ کی حالت میں ہو یہاں تک کہ تم سمجھتے ہو جو تم کہہ رہے ہو۔]

یہاں بھی پہلے نہی کا لفظ استعمال کر کے بات کو مزید تاکیدی بنادیا گیا اور جب لوگوں کے اندر شراب کی شناعت اچھی طرح بیٹھ چکی تو واضح طور پر کہہ دیا گیا کہ شراب نوشی شیطانی اور گندا کام ہے،لہٰذا تم اس سے رُک جاؤ۔اور حکمِ ایزدی ہوا:

اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. ۸۳

[اے ایمان والو؛شراب اور جوا اور بت اور قرعہ کے تیر (یہ سب) گندے شیطانی کام ہیں سوان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔]

اسی طرح رسول ﷺ نے عوامی مزاج شناسی اور مصلحتِ عامہ کے پاس ولحاظ کے ضمن میں کعبہ میں ترمیم نہ کرنے کی

وجہ بتاتے ہوئے حضرت عائشہ کے استفسار پر ارشاد فرمایا:

لو لا حدثان قومک بالکفر لهدمت الکعبة ثم لجعلت لها بابین. ۸۴

[اگر تیری قوم نئی نئی مسلمان نہ ہوتی تو میں کعبہ کو توڑ کر اساسِ ابراہیمی پر اس کے دروازے بنا دیتا (اور حطیم کو اس میں شامل کرتا۔)]

ابن تیمیہ قواعدِ شریعت بیان کرتے ہوئے یہ قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ:

''ہر حکم ترجیحی مصلحت کے تابع ہوتا ہے۔''۸۵

۵۔ اباحتِ عمومی:

اباحتِ عمومی سے مراد یہ ہے کہ مکلّف کا کوئی بھی قول یا فعل اُس وقت تک درست و جائز Legal ہے جب تک کہ وہ قانون کی کسی واضح دفعہ یا نص سے غلط ثابت نہ ہو جائے۔

ڈاکٹر طاہر القادری اباحت کے اصول کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''......یعنی ہر وہ شے جس پر ''نہی'' وارد نہ ہو ''مباح'' اور جائز تصور کی جاتی ہے تاکہ انسانوں کو ان کی طاقت سے بڑھ کر غیر ضروری تکلیف میں مبتلا نہ کیا جائے۔ اس طرح اسلامی قانون کا دائرہ اپنی عملیت، افادیت اور فعالیت کے لحاظ سے اتنا وسیع ہو جاتا ہے کہ وہ ہر کام، جس کو شریعت نے ناجائز نہ ٹھہرایا ہو شرعی اور اسلامی قرار پاتا ہے۔''۸۶

۶۔ رخصت و اجازت:

اسلامی قانون سازی میں اس بات کا لحاظ رکھا جاتا ہے کہ اضطراری اور ناگزیر صورتِ حال میں قانون کی تعمیل میں رخصت و اجازت کا پہلو موجود ہو۔ کیونکہ انسان قدرتی طور پر عزیمت و رخصت دونوں پہلو اپنی فطرت میں لیے ہوئے ہیں بعض مجبوری و اضطرار میں بھی فائدہ نہیں اٹھاتے اور تعمیلِ حکم میں عزیمت کی راہ اختیار کرتے ہیں اور بعض مجبوری و اضطرار میں رخصت و اجازت کے متمنّی و خواہاں ہوتے ہیں اور ایسے لوگوں کی کثرت ہوا کرتی ہے صاحبِ عزیمت کم ہی ہوا کرتے ہیں۔ اس لیے اسلامی قانون میں اس کا خاص خیال رکھا جاتا ہے تاکہ مکلفین میں کسی قسم کی بددلی اور گناہ کا احساس پیدا نہ ہو اور باَمر مجبوری اپنے لیے وہ جائز Legal راستہ پاسکیں۔

۷۔ تغییر و تحرّک:

انسانی زندگی چونکہ تغیر پذیر اور رواں دواں ہے۔ اور قوانینِ شریعت چونکہ انسانوں کے لیے ہی آئے ہیں اور ان کے مکلّف انسان ہی ہیں، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ان میں لچک اور تغیّر پزیری کا عنصر نہ ہو؟ اور پھر انسانی زندگی کے لیے قوانین کے اپنے کچھ مقاصد ہوتے ہیں جو یقیناً اسلامی قانون کے پیشِ نظر ہیں اس لیے زمانہ۔ حالات، مقاصدِ شریعت اور ماحول کے تقاضوں کے پیش

نظر اسلامی قانون میں تغیر، تحرک اور لچک بنیادی طور پر موجود ہے۔ اسلام کا انتہائی اہم اصول اسی لیے شریعتِ اسلامیہ میں کارفرما ہے تاکہ شرعیہ متین کا تعلق وقت اور زمانے کے تقاضوں سے قائم رہے شریعت کی حاکمیت ہر چیز پر موجود بھی رہے۔

خلاصہ کلام:

محولہ بالا مباحث میں قانون، فقہ، حکم، تقنین، تشریع اور قانون سازی کی تفصیل سے وضاحت کے بعد ہمارے نزدیک مندرجہ ذیل نکات ملخص ہوتے ہیں:

۱۔ تشریع و قانون سازی کا اختیارِ مطلق صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پاس ہے۔ اس نے انسانوں کو بنیادی اصولوں کی صورت میں ''آئینِ اسلام'' فراہم کر دیا ہے اور انسانوں کو اجتہاد کے اصول کے تحت اس آئین کی حدود میں محصور و محدود قانون سازی Legislation کی اجازت و ترغیب دی ہے کہ انسان اپنے بنیادی اصولوں کے اندر رہتے ہوئے اپنے لیے مقاصدِ شرع کے حصول کے لیے تفصیلی قانون سازی کرے۔

۲۔ شریعتِ اسلامیہ نے انسانی زندگی کے کئی مسائل کے بارے میں کوئی متعین حکم نہیں دیا اور انھیں انسانوں کے لیے چھوڑا ہے کہ وہ اپنے عقل و شعور کو استعمال کرتے ہوئے حسبِ ضرورت ان مسائل کا حل اور مطلوبہ قواعد و کلیات وضع کرتے رہیں۔

۳۔ اگر امت کے فقہاء کسی ایسے امر یا پیش آمدہ نئے امور پر انفرادی قیاس و استنباطِ احکام کے عمل سے کسی ایک قانونی رائے پر اتفاق کر لیتے ہیں تو یہ اجماع کہلائے گا، جو کہ شریعتِ اسلامیہ کے متفقہ اصول ہیں۔ قانون سازی یا اجتہادی کاوش کی ہر انفرادی کوشش قیاس و استنباطِ احکام اور اجتماعی کوشش اجماع یہ سب کچھ اجتہاد ہی ہے۔ یعنی اجتہا و اجماع دوسرے الفاظ میں اسلامی قانون سازی اجتہاد کا ہی دوسرا نام ہے البتہ یہ قانون سازی، مطلق قانون سازی نہیں بل کہ محدود قانون سازی ہوگی اور آئینِ اسلام کی پابند ہوگی۔

۴۔ اسلام، قانون سازی میں اس پہلو کو ملحوظِ خاطر رکھتا ہے کہ انسانی زندگی میں مشکلات کو دور کر کے آسانی پیدا کی جائے۔ اسلامی احکام کا دارومدار معاملات کی مصلحت کو پیشِ نظر رکھنے پر ہے۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ انسان کو قانون کی پابندی اور تعمیل سے پیش آنے والی طبعی ناگواری اور تکلیف تک کو ممکنہ حد تک کم کرے۔ اسلامی قانون کے نفاذ میں تدریج کے اصول کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ اسلامی قانون کے اصولِ اباحیت کے تحت اس کا دائرہ اپنی عملیت، افادیت اور فعالیت کے لحاظ سے اتنا وسیع ہو جاتا ہے کہ وہ ہر کام، جس کو شریعت نے ناجائز نہ ٹھہرایا ہو شرعی اور اسلامی قرار پاتا ہے۔ اسلامی قانون سازی میں اس بات کا لحاظ رکھا جاتا ہے کہ اضطراری اور ناگزیر صورتِ حال میں قانون کی تعمیل میں رخصت و اجازت کا پہلو بھی موجود ہو۔ حالات، مقاصدِ شریعت اور ماحول کے تقاضوں کے پیشِ نظر اسلامی قانون میں تغیر، تحرک اور لچک موجود ہے۔

اس طرح شریعتِ اسلامیہ، دنیا میں وہ تحفۂ ایزدی ہے کہ جو نہ صرف یہاں انسان کی زندگی کو پُر امن، پاکیزہ، خوشگوار اور کامیاب بناتا ہے بل کہ آخرت میں انسان کی یقینی فوز وفلاح کا ضامن بھی ہے۔

❁ ❁ ❁

مراجع وحواشی:

۱۔ شافعی، محمد بن ادریس، ابو عبداللہ، امام۔ الرسالة، مطبع، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۳۹۳ھ، ص ۴۷۷

۲۔ شوکانی، محمد بن علی بن یوسف الفیر وزآبادی ابو اسحاق، امام۔ ارشاد الفحول، طبع، دار الکتاب العربی، طبع ثانی، ۱۴۱۹ھ، ص ۲۵۰

۳۔ سمعانی، منصور بن محمد ابو المظفر، امام۔ قواطع الادلة، طبع، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج ۲ ص ۷۰

۴۔ ابن قطلو بغا، زین الدین قاسم بن قطلو بغا، امام۔ خلاصة الافکار شرح مختصر المنار، طبع مرکز الامام البخاری للتراث والتحقیق، صادق آباد، پاکستان، ص ۲۲۹

۵۔ خلاف، عبد الوہاب شیخ۔ اصول الفقه الاسلامی، طبع، المکتبۃ الاسلامیہ، استنبول، ترکی، ص ۲۵۷

۶۔ زرقاء، مصطفیٰ استاذ۔ أصول الفقه الاسلامی، طبع، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، پاکستان، ج ۲ ص ۱۰۳۹

۷۔ باجقنی، محمد عبد الغنی، علامہ۔ الوجیز المیسر فی اصول الفقه المالکی، طبع ثانی، مکتبہ الازہریہ، ص ۱۴۱

۸۔ طویلہ، عبد الوہاب عبد السلام، شیخ۔ اثر اللغة فی اختلاف المجتهدین، طبع دار اسلام، ریاض، ص ۳۰

۹۔ ابن نجیم، زین العابدین بن ابراہیم بن نجیم المصری۔ البحر الرائق شرح کنز الدقائق، مطبع دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، ج ۱ ص ۶

۱۰۔ محمود احمد غازی، ڈاکٹر۔ محاضراتِ فقه، مطبوعہ، الفیصل، لاہور، ۲۰۱۰ء، ص ۳۳۱۔۳۳۲

۱۱۔ کاندھلوی، محمد مالک، مولانا۔ اسلام میں اجتهاد کی اهمیت و افادیت، دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ۱۹۹۳ء، ص ۱۰

۱۲۔ مودودیؒ، ابو الاعلیٰ، سید۔ اسلامی ریاست، مطبوعہ، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، جولائی، ۱۹۸۸ء، ص ۴۴۳

۱۳۔ طاہر القادری، ڈاکٹر، پرفیسر۔ اجتهاد اور اس کا دائرہ کار، منہاج القرآن پبلیکیشنز، لاہور، ستمبر ۲۰۰۵ء، ص ۹، ۱۰

۱۴۔ امینی، محمد تقی۔ فقه اسلامی کا تاریخی پسِ منظر، مطبوعہ، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، مارچ ۱۹۹۶ء، ص ۲۸

۱۵۔ محمد امین، ڈاکٹر۔ عصر حاضر اور اسلام کا نظامِ قانون، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۸۹ء، ص ۷۹

۱۶۔ زبیدی، محبّ الدین، السید محمد مرتضیٰ الحسینی الواسطی الحنفی، علامہ۔ تاج العروس من جواهر القاموس، المکتبۃ الشاملہ، الاصدار الثالث۔ ج ۲۰ ص ۴۶۳

۱۷۔ سبکی، تاج الدین الوہاب علی قاضی۔جمع الجوامع علی هامش البنانی، ج ۲،ص ۱۲۱،مطبع،دارالکتب العلمیہ، بیروت

۱۸۔ موفق الدین، امام۔روضة الناظر وجنة المناظر،ص۱۳۰۔۱۳۱،جامعة الامام محمد بن سعود، الریاض،۱۳۹۹ھ۔

۱۹۔ الغزالی، ابوحامد محمد بن محمد۔المستصفی من علم الاصول،مطبع،مؤسسة الرسالہ الطباعہ والنشر والتوزیع، بیروت، ۱۹۹۷ء،ج ا،ص:۲۸۶

۲۰۔ بخاری، عبدالعزیز بن احمد علاؤالدین الحنفی، امام۔کشف الاسرار (طبع اوّل)،ج ۳،ص ۳۳۷،مطبع،دارالکتب العلمیہ، بیروت،۱۴۱۸ھ۔

۲۱۔ اصلاحی، امین احسن، مولانا۔اسلامی قانون کی تدوین،مطبوعہ،مکتبہ المنبر ،لائل پور،۱۹۶۳ء،ص۱۵۵۔۱۵۶

۲۲۔ حنبلی، احمد شاکر، شیخ۔الشرع واللغه،مطبوعہ،دارالبشائر،ص ۹۸

۲۳۔ امینی، محمد تقی۔ایضاً،ص ۲۶

۲۴۔ امینی، محمد تقی۔ایضاً،ص ۲۷،۲۸

۲۵۔ اصلاحیؒ، امین احسن، مولانا۔ایضاً،ص ۱۹

۲۶۔ رازی، محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر، امام۔مختار الصحاح[مترجمہ؛عبدالرزاق، پروفیسر)،مطبوعہ،دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی،۲۰۰۳ء،ص۷۶۵)

۲۷۔ دہلویؒ، سید احمد۔فرہنگِ آصفیہ،مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور، جنوری ۱۸۹۸ء،ج ۳،ص ۳۶۵

۲۸۔ کیرانویؒ، وحید الزمان۔القاموس الاصطلاحی۔مطبوعہ، دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی،ص ۳۵۹

۲۹۔ روحی البعلبکی، ڈاکٹر۔ المورد، دارالعلم للملایین، بیروت، لبنان،۱۹۹۰ء،ص

۳۰۔ ابراہیم انیس، ڈاکٹر، محمد خلف اللہ احمد، عبدالحلیم منتصر، ڈاکٹر، عطیہ الصوالحی۔المعجم الوسیط،طبع، دارالدعوی،ب ن، ج ۲،ص ۷۶۳

۳۱۔ ایضاً۔

۳۲۔ محمد امین، ڈاکٹر۔ایضاً،ص ۳

۳۳۔ صبحی محمصانیؒ، ڈاکٹر۔فلسفہِ شریعتِ اسلام (مترجمہ مولوی محمد احمد رضا)،مطبوعہ،مجلسِ ترقی ادب، لاہور،طبع ششم، جون ۱۹۸۱ء۔ص ۸۔۹

۳۴۔ ریاض الحسن گیلانی، سید، ڈاکٹر۔*The Reconstruction of Legal thought in Islam*, p-17، مشمولہ: محمد امین، ڈاکٹر۔عصر حاضر اور اسلام کا نظامِ قانون (طبع اول)،مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۸۹ء،ص ۷

۳۵۔ محمد امین، ڈاکٹر۔ ایضاً ص ۷

۳۶۔ حمید اللہ، ڈاکٹر۔ خطباتِ بہاولپور، مطبوعہ، اسلامی یونیورسٹی، بہاولپور، ۱۴۰۲ھ، خطبہ ۳، تاریخ فقہ، ص ۶۶

۳۷۔ رازی، محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر، امام۔ ایضاً ص ۷۰۷

۳۸۔ زرکشی، علامہ بدرالدین۔ البحر المحیط، طبع، وزارت اوقاف کویت، ۱۹۹۲ء ج ۱ ص: ۱۹

۳۹۔ مینائی، منہاج الدین، مولانا۔ اسلامی فقہ، مطبوعہ، اسلامی پبلیکیشنز، لاہور، اکتوبر ۱۹۸۹ء، ص ۳۹

۴۰۔ ابن نجیم، زین العابدین بن ابراہیم بن نجیم المصری ۔ ایضاً، ج ۱ ص ۶

۴۱۔ السیوطی ۔ الاشباہ و النظائر، صفحہ نمبر ۵، بحوالہ: گیلانی، علامہ سید مناظر احسن (سابق صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ)۔ تدوینِ فقہ و اصولِ فقہ، مطبوعہ، الصدف پبلشر کراچی، ۵ ذیقعد ۱۴۲۸ھ، ص: ۱۷۱

۴۲۔ محمود احمد غازی، ڈاکٹر۔ محاضراتِ فقہ، ایضاً، ص ۳۶

۴۳۔ تھانوی، مولانا اشرف علی۔ فقہ حنفی کے اصول و ضوابط (مرتبہ حضرت مولانا محمد زید مظاہری ندوی)، مطبوعہ زم زم پبلشر، کراچی، جون ۲۰۰۳ء، ص: ۲۷، ۲۸

۴۴۔ خلاف، عبدالوہاب۔ علم اصول فقہ، مطبوعہ دارالقلم کویت، ۱۹۷۸ء ص ۱۲

۴۵۔ مجلۃ الاحکام العدلیہ (مترجمہ عبدالقدوس ہاشمی)، مطبع، انٹرنیشنل پریس، میکلوڈ روڈ، کراچی، ۲۷ دسمبر، ۱۹۶۶ء، ص ۲۳

۴۶۔ الموسوعۃ الفقھیہ، مطبوعہ، وزارت اوقاف کویت، ۱۹۹۳ء، ج ۱ ص: ۲۱

۴۷۔ الموسوعۃ الفقھیہ، ایضاً، ج ۱ ص: ۱۲۔۱۳

۴۸۔ محمد امین، ڈاکٹر۔ ایضاً ص ۵

۴۹۔ ریاض الحسن گیلانی، سید، ڈاکٹر۔ ایضاً ص ۲۰

۵۰۔ زمخشری، جار اللہ، کتاب الفائق، ج ۲، فقہ بحوالہ امینی محمد تقی، اجتہاد کا تاریخی پس منظر، کراچی، ص ۲۳

۵۱۔ فضل الرحمن، سید۔ معجم القرآن، مطبوعہ، نیو نساء پرنٹر اینڈ پبلشر شاہرہِ فیصل، کراچی، ۲۰۰۳ ص ۱۹۱

۵۲۔ میرٹھی، زین العابدین، قاضی۔ قاموس القرآن، مطبوعہ، کراچی، س ن، ص ۲۱۰

۵۳۔ ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم الافریقی ابو فضل، علامہ۔ لسان العرب، مطبع، دار صادر، بیروت، س ن، ج ۱۲، ص ۱۴۱،

۵۴۔ رازی، محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر۔ ایضاً ص ۲۱۶، ۲۱۷

۵۵۔ الشوکانی۔ محمد بن علی بن محمد، امام۔ ارشاد الفحول، مطبع، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۱۹ھ ص ۶

۵۶۔ صبحی محمصانی، ڈاکٹر ایضاً ص ۱۱

۵۷۔ محمود احمد غازی، ڈاکٹر۔ ایضاً ص ۸۳،

۵۸۔ طاہر القادری، ڈاکٹر، پروفیسر۔ اسلامی اور مغربی قانون کا تقابلی جائزہ، منہاج پبلیکیشنز، لاہور، الف: ص ۲۰،

ب:ص ۲۷

۵۹۔ طاہرالقادری،ڈاکٹر،پروفیسر۔ایضاً ص ۲۱

۶۰۔ طاہرالقادری،ڈاکٹر،پروفیسر۔ایضاً ص ۱۶

۶۱۔ طاہرالقادری،ڈاکٹر،پروفیسر۔ایضاً ص ۱۶

۶۲۔ الحصاری،مصطفٰی بن محمدالکوز۔**شرح منافع الدقائق**،مطبوعہ،استنبول،ترکی،۱۳۰۸ھ،ص ۳۱۹

۶۳۔ نعمانی،محمدعبدالرشید،مولانا۔ **لغات القرآن**،مطبوعہ دارالاشاعت،کراچی،نومبر ۱۹۸۶ء، ج ۳،ص ۲۶۷

۶۴۔ کیرانوی،قاسمی،وحیدالزماں۔ایضاً ص ۸۵۶،۸۵۷

۶۵۔ دہلوی،سیداحمد۔ایضاً،ج ۳،ص:۱۷۴

۶۶۔ حسن الدین احمد،ڈاکٹر۔**قرآن فهمی آسان راسته**،مکتبہ،شاہد،جمشیدروڈ،کراچی، جولائی،۱۹۸۸ء،ص ۱۵۳

۶۷۔ **اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام**،مطبوعہ،لاہور،س ن، ج ۱۱،ص ۷۰۵

۶۸۔ صبحی محمصانی،ڈاکٹر۔ایضاً ص ۱۰

۶۹۔ کیرانوی،وحیدالزمان۔ایضاً ص ۳۶۰

۷۰۔ زرقاء،مصطفٰی احمد،ڈاکٹر۔**المدخل الفقهی العام**،دارالفکر بیروت،لبنان،۱۹۶۸ء، ج ۱،ص ۳۱۳

۷۱۔ زحیلی،وھبہ مصطفٰی،ڈاکٹر۔**جهود تقنین الفقه الاسلامی**،مؤسسۃ الرسالۃ،بیروت،لبنان،س ن،ص ۲۶

۷۲۔ محمدزکی عبدالبر،ڈاکٹر۔**تقنین الفقه الاسلامی**،ادارۃ احیاء التراث،الاسلامی،قطر،س ن،ص ۲۱

۷۳۔ عبدالرحمٰن بن سعیدالشثری،**تقنین الشرعیه بین التحلیل و التحریم**،المکتبۃ الشاملۃ،اصدارالثالث،ص ۹

۷۴۔ **مجلة الاحکام العدلیه**. ایضاً،دفعہ ۱۴،ص ۲۵

۷۵۔ مودودی،سیدابوالاعلیٰ۔ایضاً ص ۳۲۴۔

۷۶۔ گوہررحمٰن،مولانا۔**اسلامی سیاست**،مطبوعہ،المنار بک سینٹر،لاہور،مارچ ۱۹۸۲ء،ص ۲۲۰

۷۷۔ البقرۃ ۲،آیت:۱۸۵

۷۸۔ المائدہ ۵،آیت:۶

۷۹۔ النساء ۴،آیت:۲۹

۸۰۔ الحج ۲۲،آیت:۷۸

۸۱۔ البقرۃ ۲،آیت:۲۱۹

۸۲۔ النساء ۴،آیت:۴۳

۸۳۔ المائدہ ۵،آیت:۹۰

۸۴۔ مسنداحمد،ص ۱۸۹۶،حدیث نمبر ۲۵۹۵۲

۸۵۔ ابن تیمیہ۔**التوسل و الوسیلة**،طبع مکتبۃ المنار،س ن،ص ۷۵

۸۶۔ طاہرالقادری،ڈاکٹر،پروفیسر۔ایضاً ص ۵۲